

رمضان کا پیغام



بدیع الزمان سعید نورسیؒ

Baria
PUBLICATIONS

رمضان کا پیغام

نوع د بار یک نکات اور لطیف مسائل پر مشتمل یہ بحث رمضان المبارک کے مہینے میں پائی جانے والی بہت سی حکمتوں میں سے نو حکمتوں کی وضاحت کرتی ہیں۔

تالیف

بدیع الزمان سعید نورسی

Barla

PUBLICATIONS

4225 A/1 Ansari Road, Darya Ganj,

New Delhi - 110002 - INDIA

Ph : +(91) 11 41513533

e-mail : info@barlapublications.com

Web : <http://www.barlapublications.com>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۗ ﴾

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔“ (البقرة: ۱۸۵)

پہلا نکتہ: منظم عبودیت کا مظاہرہ

رمضان کے روزوں کا شمار اسلام کے اولین ارکانِ خمسہ میں سے ہوتا ہے اور اسلام کے عظیم ترین شعائر میں ان کا خاص مقام ہے۔ رمضان کے روزوں سے جنم لینے والی اکثر حکمتیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اظہار، نوع انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی، نفسِ انسانی کی تربیت و تزکیہ اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں کے شکرے کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

ان حکمتوں میں سے صرف ایک حکمت کا تذکرہ ہم کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ روزے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کیسے جلوہ گر ہوتی ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر ایک وسیع و عریض دسترخوان بچھا رکھا ہے جو انواع و اقسام کی اتنی نعمتوں سے بھرا ہوا ہے جو اعداد و شمار سے باہر ہیں۔ اور اسے اس نے اس انداز سے بنایا سنوارا ہوا ہے کہ انسان کے گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس طریق کار سے اپنی ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ انسان کی آنکھوں پر

غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور وہ ظاہری اسباب میں الجھا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اس روشن حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا جو اس طریق کار سے عیاں ہو رہی ہے، ادراک کرنا تو دور کی بات ہے بسا اوقات تو وہ اس واضح حقیقت کو بھول ہی جاتا ہے۔

لیکن رمضان المبارک میں معاملہ ایسے نہیں رہتا ہے؛ کیونکہ اس کے آتے ہی تمام اہل ایمان ایک منظم قوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عبودیت کی پیٹی زیب تن کر لیتے ہیں اور افطاری سے کچھ دیر پہلے اپنے اس ازلی آقا کے حکم پر لبیک کہنے کی پوزیشن میں آجاتے ہیں جو ان کی مہمانی کے لئے انہیں اپنے معزز دسترخوان کی طرف بلا تے ہوئے کہتا ہے کہ: ”آؤ تشریف لاؤ“۔ اور وہ اپنی اس پوزیشن میں اس کی ہمہ گیر رحمت کا سامنا ایک کشادہ، عظیم اور منظم عبودیت کے ساتھ کرتے ہیں۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ لوگ جو اس بلند قدر عبودیت کے مظاہرے میں شریک نہیں ہوئے اور ایسے رفیع الشان اور عزت سے معمور دسترخوان سے دور رہے، کیا ایسے لوگوں پر لفظ انسان کا اطلاق ہو سکتا ہے؟

دوسرا نکتہ: بے پایاں نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر یہ

کتنی ہی ایسی حکمتیں ہیں جن کے ذریعے رمضان شریف کے روزے ہماری توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کیا جائے! ان حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ:

وہ کھانے جو ایک بیراشا ہی باورچی خانے سے لاتا ہے ان کی ایک اپنی قیمت ہے — جیسا کہ ”پہلا مقالہ“ میں ذکر کیا گیا ہے — اب ان نفیس اور بیش قیمت کھانوں کو معمولی، ردی اور کم قیمت سمجھنا اور اس منعم حقیقی کو نہ پہچانا جس نے یہ کھانے انعام میں دیے ہیں، انتہائی احمقانہ حرکت ہوگی، جب کہ عین اسی وقت ان کھانوں کی نفاست اور لذت سے خوش ہو کر ہم بیرے کو ٹپس اور دیگر انعامات سے نوازا رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جو ان گنت نعمتیں بکھیری ہوئی ہیں اور انواع و اقسام کے جو کھا

نے وہ ہمیں عطا کر رہا ہے، ان کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ ہم سے بہر صورت اپنی قیمت مانگتے ہیں، اور قیمت ان کی یہ ہے کہ ان پر اس منعم حقیقی کا شکر ادا کریں۔ یہ ظاہری اسباب اور وہ لوگ جن کی وساطت سے یہ نعمتیں ہم تک پہنچتی ہیں وہ تو ان نعمتوں کے خادم اور ملازم ہیں جو انہیں ہم تک پہنچانے پر مامور ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان خادموں اور ملازموں کو تو ان کے استحقاق سے زیادہ نوازتے ہیں، ان کے ممنون ہوتے ہیں اور ان کا ان کے استحقاق سے بڑھ کر شکر یہ ادا کرتے ہیں، لیکن وہ منعم حقیقی جس نے ان نعمتوں کی بارش ہم پر کی ہے اسے یکسر بھول جاتے ہیں، حالانکہ چاہیے یہ کہ ہم اس کا شکر ادا کریں، اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوں، اس کے زیر بار احسان رہیں اور اس پر آخری حد تک خوش رہیں۔ وہ اکیلا ہی ان تمام چیزوں کا بلکہ اس سے بھی زیادہ کا سزاوار ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان نعمتوں پر اس ذات گرامی کا شکر یہ اور اس کی جنانہ میں رضامندی کا اظہار کیسے کیا جائے؟ تو وہ تین طرح سے ہو سکتا ہے:

۱۔ اس چیز کی پہچان کہ یہ نعمتیں اور یہ احسانات اس کی طرف سے براہ راست صادر ہوئے ہیں۔

۲۔ یہ کہ یہ نعمتیں بیش قیمت ہیں، ان کی قدر کی جائے۔

۳۔ یہ شعور بیدار رہے کہ ہم ہمہ وقت ان نعمتوں کے محتاج ہیں۔

اس لئے رمضان المبارک کے روزے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خالص اور حقیقی شکرانے اور اس کی تعریف و ثنا کی چابی یا کنجی ہیں؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر لوگ بہت سی نعمتوں کی قدر و قیمت کا نہ تو ادراک رکھتے ہیں اور نہ ہی ان نعمتوں کی ہمہ وقت ضرورت محسوس کرتے ہیں؛ کیونکہ انہیں حقیقی بھوک کی شدت اور سختی سے کبھی پالا ہی نہیں پڑا ہے، مثال کے طور پر وہ مالدار اور ناز پروردہ لوگ جو بسیار خوری کی وجہ سے بدہضمی کی شکایت میں مبتلا رہتے ہیں، وہ اس نعمت کا ادراک کبھی نہیں کر سکتے ہیں جو خشک روٹی کے ایک ٹکڑے میں پنہاں ہے، جب کہ ایک مومن آدمی افطاری کے وقت اس بات کا ادراک بخوبی کر لیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اور اس پر اس کی قوت ذائقہ بھی گواہی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ رکھنے والے رمضان میں — حکمران سے لے کر آخری درجے کے فقیر تک — اللہ تعالیٰ کے اس معنوی شکرانے پر

فائز ہو جاتے ہیں، اس شکر کا باعث و سبب یہ چیز ہوتی ہے کہ وہ اس نعمتِ عظمیٰ کا ادراک کر گئے ہیں۔ باقی رہا انسان کا تمام دن کھانے پینے سے رکے رہنا، تو یہ چیز اس میں یہ اہلیت پیدا کرتی ہے کہ وہ اس نعمت کا ملاحظہ، ادراک کر سکے؛ کیونکہ وہ اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہتا ہے:

اے میری جان! یہ نعمتیں جو ہیں یہ میری ملکیت نہیں ہیں، اس لئے میں ان کے کھانے پینے میں آزاد نہیں ہوں، ان کا مالک کوئی اور ہے، اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ ہمیں عطا کی ہیں، اور میں اب ان کے بارے میں اس کے حکم کا منتظر ہوں۔ اس طریقے سے گویا انسان نے ان نعمتوں کا معنوی شکر ادا کر دیا۔

اور یہی وہ صورت ہے جس کے پیش نظر روزہ کئی پہلوؤں سے شکر کی کنجی کا حکم رکھتا ہے، شکر جو کہ انسان کی حقیقی ذمہ داری ہے۔

تیسرا نکتہ: اجتماعی غمگساری

روزے کی بیش بہا حکمتوں میں سے جو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، ایک یہ ہے کہ: معیشت کے لحاظ سے ہر آدمی کی پیدائش علیحدہ رنگ ڈھنگ پر ہوئی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ مالداروں سے کہتا ہے کہ وہ اپنے فقیر بھائیوں کے ساتھ تعاون کریں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل غنا کو شفقت اور رافت پر ابھارنے والے فقر کے حالات کا اس وقت تک نہ تو مکمل شعور ہو سکتا ہے اور نہ ہی انہیں ان خاکساروں کی بھوک کا صحیح احساس ہو سکتا ہے جب تک کہ یہ خود بھوک سے دوچار نہ ہوں، اور اس کے لئے روزہ ایک بہترین وسیلہ ہے۔ اگر روزہ نہ ہوتا تو خواہشات کے غلام اکثر مالدار لوگوں کو اس بات کا ادراک ہی نہ ہو پاتا کہ بھوک اور فقر کیا قیامت ڈھاتے ہیں اور فقرا و مساکین شفقت اور رحمت کے کتنے محتاج ہیں! بنا بریں، اپنے ہم جنسوں کے لئے شفقت اور رحمت کے جذبات — جو کہ انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیے گئے ہیں — حقیقی شکر پر ابھارنے والی ایک اہم بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طرح سے ہر آدمی یہ راز پا جاتا ہے کہ اسے اس بات کا مکلف کر دیا گیا ہے کہ وہ ہر اس آدمی کے ساتھ جو کسی بھی پہلو سے اس سے زیادہ فقیر ہے، شفقت اور رحمت کا برتاؤ کرے۔ اس سے پتا چلا کہ انسان کو بھوک کی تلخی چکھنے پر اگر روزے کی صورت میں مجبور نہ کیا جاتا تو کوئی بھی آدمی کبھی بھی دوسروں کے ساتھ

احسان کرنے کے لئے کمر بستہ نہ ہوتا، اور اگر ایسا کر بھی لیتا تو کما حقہ اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا؛
 وجہ اس کی یہ ہے اس نے اپنی ذات کی تہ میں اس چیز کو حقیقی طور پر محسوس ہی نہیں کیا ہے۔

چوتھا نکتہ: تربیتِ نفس

تربیتِ نفس کے پہلو سے روزہ کئی ایک حکمتوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک حکمت
 یہ ہے کہ:

انسان کا نفس اپنی طبیعت کے لحاظ سے ہر قسم کی پابندی سے آزادی اور خود مختاری چاہتا
 ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہے۔ اس حد تک کہ وہ اپنے لئے ایک وہمی ربوبیت اور
 حسبِ منشا آزادانہ تصرف کا طلب گار رہتا ہے۔ نفسِ انسان اس بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہتا کہ وہ
 اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں میں نشوونما پارہا ہے، اور خاص کر اس وقت جب کہ اسے اس دنیائے
 فانی میں مال و دولت اور اقتدار سے حصہ وافر مل چکا ہو اور غفلت اس باب میں اس کی معاون
 و مددگار بن چکی ہو۔ اس لئے وہ خدائی نعمتوں کو چوپایوں کی طرح بغیر اجازت کے نگل جاتا ہے۔
 لیکن رمضان المبارک میں ہر امیر و فقیر کا ”من“ یا نفس اپنے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے اور
 اس بات کا ادراک کر لیتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا مالک نہیں ہے کہ انہیں بغیر اجازت کے نگل
 جائے، بلکہ وہ خود مملوک ہے آزاد نہیں، بلکہ ماتحت اور حکم کا پابند غلام ہے، اس لئے بغیر اجازت
 کے نہ قدم اٹھا سکتا ہے نہ ہاتھ ہلا سکتا ہے، حتیٰ کہ پانی کی طرف بھی ہاتھ نہیں بڑھا سکتا ہے۔ اس
 طرح سے اس کی موہوم ربوبیت اور خود مختاری کا پندار ٹوٹ جاتا ہے اور وہ گلے میں اپنے پروردگار
 کی غلامی کا طوق ڈال لیتا ہے اور اپنی لگام اپنے اساسی و ظیفے یعنی شکر کی طرف موڑ لیتا ہے۔

پانچواں نکتہ: نفس کی اصلاح اور اس کے بے پایاں عجز و فقر کی یاد دہانی

رمضان المبارک کے روزے میں اس لحاظ سے بھی بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں کہ یہ نفس
 امارہ کی اصلاح و تربیت کرتا ہے، اس کے اخلاق و اطوار کو سدھارتا سنوارتا ہے اور اسے اس طرح
 کا بنا دیتا ہے کہ پھر وہ بے ہنگم اور اندھا دھند تصرفات سے دامن کشاں رہتا ہے۔ ان میں سے ہم
 صرف ایک حکمت کا تذکرہ کرتے ہیں: نفسِ انسانی غفلت کی وجہ سے اپنی ذات کو بھول جاتا

ہے، اور اپنی ذات میں پائی جانے والی غیر محدود عاجزی، غیر متناہی فقر اور آخری درجے کی کوتاہیوں کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے، بلکہ اپنی ساخت میں پائی جانے والی ان پوشیدہ کوتاہیوں کو وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتا، اس لئے وہ اس بارے میں کبھی غور ہی نہیں کرتا کہ اس کے اس ضعف و عجز کی انتہا کیا ہے اور کس طرح یہ تنزل اور زوال کا شکار اور مصائب و آلام کا ہدف ہے! انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی بناوٹ گوشت اور ہڈیوں سے ہوئی ہے جو کہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور جلد ہی خراب ہو جاتے ہیں، چنانچہ وہ دنیا میں تصرف کرتا ہو اس و ہم میں مبتلا رہتا ہے کہ گویا اس کا جسم فو لاد کا بنا ہوا ہے جو کہ موت اور زوال سے پاک ہے اور اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ وہ دنیا پر دیوانہ وار گرتا ہے، اپنے آپ کو حرص و آرزو اور طمع و لالچ سے مغلوب ہو کر اس کی گود میں گر دیتا ہے، اس کے ساتھ محبت اور جذبات سے بھرے کھلے بندوں تعلقات رکھتا ہے، اور ہر لذیذ اور مفید چیز کو اپنی مٹھی میں بند کر لینا چاہتا ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے اُس خالق و مالک کو بھول جاتا ہے جو اسے کمال شفقت سے پروان چڑھاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے انجام سے بے خبری اور اپنی اخروی زندگی سے لاعلمی کی حالت میں بد اخلاقی کے گہرے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

لیکن رمضان کا روزہ غافل ترین اور سرکش ترین آدمی کو اس کی کمزوری، عاجزی، اور محتاجگی کا شعور بخشتا ہے، بھوک کے وسیلے سے ہر آدمی اپنے اور اپنے خالی معدے کے بارے میں سوچتا ہے، اس حاجت کا ادراک کرتا ہے جو اس کے معدے میں پیدا ہو چکی ہے، اور اس طرح سے وہ اپنی عاجزی اور مسکینی کو نگاہ کے سامنے رکھتا ہے۔ اور یہ چیز بھولتا نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی شفقت کا محتاج ہے۔

اب دل کی گہرائیوں میں پروردگار کی مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی آرزو پیدا ہوتی ہے، چنانچہ وہ نفس کی فرعونیت کو ایک طرف جھٹک کر کامل عاجزی اور انتہائی فقیری اور مسکینی کا اظہار کرتے ہوئے معنوی شکر کے ہاتھوں سے رحمت الہی کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے دیوانہ وار اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ (شرط یہ ہے کہ غفلت نے اس کی بصیرت پر پردہ نہ ڈال دیا ہو۔)

چھٹا نکتہ: رمضان میں نزولِ قرآن کی حکمت

رمضان المبارک کے روزوں میں اس پہلو سے بہت زیادہ حکمتیں پائی جاتی ہیں کہ خصوصی طور پر اس مہینے میں قرآن کا نزول ہوا، ان میں سے صرف ایک حکمت کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں:

قرآن کریم چونکہ رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ”مَنْ“ میں ابھرنے والی تمام کمینہ، رذیل اور اچھی حاجات و ضروریات سے مکمل کنارہ کشی کی جائے اور اس آسمانی خطاب کا کما حقہ استقبال کرنے کے لئے تمام فضول، بے کار اور لایعنی کاموں سے اجتناب کیا جائے، اور یہ اس وقت ممکن ہے جب نزولِ قرآن کا منظر آنکھوں کے سامنے لایا جائے، اور ان روحانی اور ملائگی حالات کے ساتھ مشابہت اختیار کی جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا پینا حسب ضابطہ چھوڑ دیا جائے اور قرآن پاک کی تلاوت اس طرح سے کی جائے کہ گویا کہ اس کی آیات نئے سرے سے نازل ہو رہی ہیں۔ اور اسے اسی شعور اور مکمل خشوع کے ساتھ سنا بھی جائے، اور سنتے وقت توجہ کامل طور پر اس طرف رہے کہ یہ وہ الہی خطاب ہے جسے سن کر ایک بلند مقام حاصل کیا جاتا ہے اور ایک اعلیٰ روحانی حالت سے سرفراز ہو جاتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے کہ قاری اس قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے گویا کہ وہ مستکلم ازلی اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سن رہا ہے۔ اس طرح کی تلاوت اور قرأت کے بعد دوسرا فرض یہ بنتا ہے کہ اس کے نزول کی حکمت بیان کرنے اور سمجھانے کے لئے اسے دوسروں کے لئے پڑھا جائے اور ان تک پہنچایا جائے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں پورا عالم اسلام ایسے ہو جاتا ہے جیسے ایک مسجد ہو، ایک بہت بڑی مسجد جس کا ہر کونہ اور ہر زاویہ قرآن کریم کے لاکھوں حافظوں اور قاریوں سے بھرا ہوا ہو اور سب کے سب اپنے خوش کن لہجوں اور آوازوں کے ساتھ اس الہی خطاب کا رس اہل زمین کے کانوں میں گھول رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان گرامی ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہوں کہ رمضان واقعی قرآن کا مہینہ ہے۔ باقی رہے دوسرے لوگ، تو ان میں سے کچھ لوگ تو ان قاریوں کی زبان سے

قرآن کریم کی آیات کو انتہائی خشیت اور ہیبت سے سن رہے ہوتے ہیں اور کچھ اس کی تلاوت خود اپنے لئے انفرادی طور پر کر رہے ہوتے ہیں۔ اس پاکیزہ مسجد اور اس میں برپا اس صاف ستھرے ماحول سے ہوائے نفس کی پیروی میں زبان نکال کر صرف کھانے پینے کے لئے باہر نکل آنا کتنا معیوب ہے! کیا ایسا لالچی آدمی مسجد میں ہر جماعت کے نزدیک روحانی تنگ ظرفی کا حامل قرار نہیں پائے گا؟ اور اپنے اس ندیدہ پن کی وجہ سے وہ ان لوگوں کا ہدف ملامت نہیں بنے گا؟ وہ لوگ جو رمضان کے مہینے میں روزہ داروں کی مخالفت کرتے ہیں وہ تمام عالم اسلام کی طرف سے اہانت، دھتکار اور پھٹکار کا نشانہ بنتے ہیں۔

ساتواں نکتہ: آخرت کی کھیتی کی آبیاری

اس حیثیت سے کہ انسان اس دنیا میں آخرت کی کھیتی بونے اور آخرت کی تجارت کے لے آیا ہے اور اس وجہ سے وہ کسب واکتساب کی راہیں ڈھونڈتا رہتا ہے، اس لحاظ سے بھی رمضان المبارک کے روزے میں بہت سی حکمتیں پائی جاتی ہیں، ان میں سے ہم ایک حکمت کا تذکرہ کرتے ہیں:

رمضان المبارک میں ایک عمل کا اجر و ثواب ایک ہزار گنا تک جا پہنچتا ہے۔ اس بات کا سب کو پتا ہے کہ قرآن پاک کے ایک حرف کے بدلے دس گنا ثواب ملے گا اور یہ اس کی دس نیکیاں شمار ہوں گی، اور اس طرح وہ — حدیث شریف کی رو سے — جنت کے دس پھل چن لے گا۔ تو گویا کہ رمضان میں ہر حرف اپنے جیسے دس حرفوں کے بدلے میں آخرت کے دس پھل جنم دیتا ہے۔ اور آیات کریمہ کا ہر حرف — جیسے آیت الکرسی وغیرہ — ان ہزاروں نیکیوں کے سامنے ایک دروازہ کھول دیتا ہے تاکہ وہاں سے آخرت میں حقیقی پھلوں کے خوشے لٹک پڑیں۔ پھر یہ نیکیاں رمضان المبارک میں آنے والے جمعوں کو ساتھ ملانے سے کئی گنا بڑھ جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں یہ بڑھتی بڑھتی تیس ہزار تک جا پہنچتی ہیں۔ جی ہاں! قرآن کریم جو کہ اپنے ہر حرف کے عوض تیس ہزار دانگی پھل عطا کرتا ہے، اس نورانی درخت — جنت کے شجرہ طوبیٰ — کی حیثیت رکھتا ہے، اس اعتبار سے کہ وہ اہل ایمان کو رمضان المبارک میں لاکھوں کے حساب

سے دائمی اور ابدی پھل عطا کر دیتا ہے... اس پاکیزہ، دائمی اور نفع بخش تجارت پر غور کریں اور ان لوگوں کی حالت پر غور کریں جو ان پاکیزہ اور نورانی الفاظ و حروف کی کما حقہ قدر نہیں کرتے ہیں۔ کتنے بڑے خسارے میں ہیں وہ لوگ! رمضان المبارک کے مہینے کو آپ یوں سمجھ لیں کہ ایک انتہائی خوبصورت، دیدہ زیب اور جاذب نظر نمائش لگی ہوئی ہے جس میں آخرت کے لئے تجارت کا ساز و سامان بک رہا ہے۔ یایوں سمجھیں کہ ایک بہت بڑا بازار ہے جہاں اس تجارت کا ہر سامان پوری آب و تاب کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔ یایوں سمجھ لیں کہ یہ انتہائی سرسبز اور زرخیز زمین ہے جس کی لہلہاتی کھیتیاں اور سایہ دار درخت آخرت کی آمدنی کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ رمضان شریف ساون بھادوں کی بارش ہے جو اعمال کے درختوں پر پھل لگانے اور پودوں پر پھول لگانے اور انہیں پروان چڑھانے کے لیے آتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کانفرنس ہے۔ یہ ایک خوشبوؤں بھرا مقدس تہوار ہے جو ربوبیت کی عظمت اور الوہیت کی عزت کے مقابلے میں بشری عبودیت کے انداز پیش کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس وجہ سے انسان کو روزے کا مکلف کیا گیا ہے تاکہ وہ غافل ہو کر صرف کھانے اور اس جیسی دوسری حیوانی خواہشات کی دلدل میں پھنس کر نہ رہ جائے اور وہ ہوائے نفس کی لذتوں اور دوسرے لالچوں اور یعنی امور کے بھنور میں نہ گھر جائے۔ گویا کہ وہ اس روزے کے ذریعے ایک ایسا آئینہ بن جاتا ہے جس میں ”صمدانیت“ کی جھلک نظر آتی ہے؛ کیونکہ وہ — وقتی طور پر سہی — حیوانیت کی نفسیات سے نکل کر ایسے رنگ روپ میں آ گیا ہے جو ”ملکیت“ (فرشتہ پن) کے مشابہ ہے۔ یایوں کہیں کہ وہ اس روزے کی برکت سے اخروی تجارت میں داخل ہو کر اور دنیا سے تعلق رکھنے والی وقتی اور فانی حاجات و ضروریات سے بالاتر ہو کر ایک دوسرا شخص بن گیا ہے جو دنیاوی نہیں، اخروی اور روحانی ہے۔ جو جسم کے روپ میں نظر آ رہا ہے۔ جی ہاں! رمضان روزہ دار کو اس فانی دنیا میں، اس زوال پذیر عمر میں اور اس چھوٹی سی زندگی میں دائمی عمر اور ابدی زندگی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ رمضان کے صرف ایک مہینے کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ روزہ دار کو اسی سال کی عمر کے اعمال کے ثمرات عطا کر دے۔ قرآن پاک میں وارد شدہ الفاظ ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ حَيَّرَ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے)، اس راز کے لئے حجتِ قاطعہ ہیں۔ جس طرح ایک بادشاہ اپنے دور اقتدار

میں یا ہر سال میں کچھ دن مقرر کر لیتا ہے: مثلاً وہ دن جب وہ تخت حکومت پر براجمان ہوا تھا، یا اس کے علاوہ اس کے دور حکومت کا کوئی سا بھی خوشی کا دن، جس دن وہ اپنی رعایا کے ساتھ تہوار کی صورت میں خوشی مناتا ہے۔ ایسے موقع پر آپ دیکھیں گے کہ اس کا سلوک اپنی رعایا کے ساتھ عام دنوں والا نہیں ہوتا ہے جن میں لوگ لگے بندھے تو انین کے پابند ہوتے ہیں، بلکہ ایسے موقع پر وہ ان کے ساتھ خصوصی رویے کا مظاہرہ کرتا ہے اور انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے، وہ لوگوں میں گھل مل جاتا ہے اور اس کے دربار سے سب دربان ہٹا دیے جاتے ہیں اور ہر خاص و عام کو شرفِ باریابی کی بغیر کسی روک ٹوک کے اجازت ہوتی ہے۔ اور یوں وہ سب کے ساتھ خصوصی برتاؤ بھی کرتا ہے اور ہر ایک کو حسبِ درجات علیحدہ علیحدہ بھی اپنے جو دو کرم اور نظر کریمانہ سے نوازتا ہے وہ قادرِ ازیلی **رَبِّ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ** بھی ایسے ہی کرتا ہے۔ وہ توازی اور ابدی شہنشاہ ہے جو کہ اٹھارہ ہزار جہانوں کا بلا شرکتِ غیرے مالک ہے۔ اس جلالت مآب شہنشاہ نے رمضان کے مہینے میں اپنے بلند قدر اور پر حکمت احکام اتارے ہیں، اپنا قرآن حکیم اتارا ہے جس کا رخ ان ہزاروں جہانوں کی طرف ہے۔ اس لئے اس مبارک مہینے کی آمد عید اور ایک خوبصورت، دلکش اور خصوصی الہی تہوار کا حکم رکھتی ہے، ایک نادر اور روح پرور نمائش گاہ اور پر ہیبت روحانی مجلس کا حکم رکھتی ہے۔۔۔ حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے۔۔۔ ماہ رمضان چونکہ ایسی عید اور ایسے تہوار کا منظر پیش کرتا ہے اس لئے اس میں روزہ رکھنے کا حکم لازمی ٹھہرا، تاکہ لوگ کسی حد تک۔۔۔ سفلی اور حیوانی خواہشات و مصروفیات سے بلند ہو جائیں۔ اس روزے کی کمالی صورت یہ ہے کہ انسان کی آنکھ، کان، دل، خیال اور سوچ و فکر سب کے سب سراپا روزہ بن جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے حواسِ خمسہ کو ہر حرام کام اور احمقانہ اور لالیعنی حرکات سے بچا کر رکھے اور ان میں سے ہر ایک کو ایسے کام پر لگا دے جو اس کی عبادت شمار ہوتا ہے، مثال کے طور پر انسان اپنی زبان کو روزے کے لئے سدھائے، اور وہ یہ ہے کہ وہ جھوٹ، غیبت، چغلی اور ناپسندیدہ باتوں سے باز رہے اور اس کی بجائے قرآن پاک کی تلاوت، اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام، استغفار اور اس جیسی دیگر چیزوں سے نہال رہے۔ اپنی آنکھ سے ایسی چیزوں کی طرف نہ دیکھے جن کی طرف دیکھنا اس کے لئے حرام

ہے۔ اپنے کان کو فحش کلامی اور دیگر بیہودہ باتوں کی طرف سے بند کر لے۔ آنکھ سے عبرت خیز چیز کی طرف دیکھے اور کان سے حق بات اور قرآن کریم سنے۔ اور اس طرح سے وہ اپنے تمام حواس کو ایک طرح کے روزے سے آشنا رکھے۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ معدہ جو کہ ایک بہت بڑا کارخانہ ہے اگر روزے کی وجہ سے اپنے تمام کام معطل کر دے تو پھر چھوٹے موٹے کارخانوں اور فیکٹریوں کی تعطیل بالکل آسان ہے۔

آٹھواں نکتہ: پرہیز — شخصی حکمت

رمضان المبارک کے روزوں میں پائے جانے والی بہت سی ایسی حکمتیں جن کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی کے ساتھ ہے، اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

روزے میں انسان کے لئے ایک کامیاب علاج پایا جاتا ہے، اور وہ ہے پرہیز، پرہیز ماڈی ہو یا معنوی، اس کی اہمیت طبی طور پر بہر کیف ثابت شدہ امر ہے۔ کھانے پینے کے باب میں انسان کا نفس جب بھی بے مہار ہو کر چلے گا تو اس کی یہ روش لامحالہ اس کی ماڈی زندگی میں بہت سی بیماریوں کا سبب بنے گی۔ اس کی روحانی زندگی کا حال بھی ایسے ہی ہے؛ کیونکہ اگر وہ سامنے آنے والی ہر چیز کو حلال حرام کا فرق کیے بغیر ہڑپ کر جائے گا تو اس کی روحانی زندگی زہر آلود ہو کر فاسد ہو جائے گی اور پھر دھیرے دھیرے اس کی حالت یہ ہو جائے گی کہ اس کا ”مَن یا نفس“ قلب و روح کی اطاعت سے روگردانی کرے گا، ان کے آگے فروتنی اختیار نہیں کرے گا اور اوچھا ہو کر اپنی لگام اپنے ہاتھ میں تھام کر جدھر چاہے گا منہ اٹھا کر چل دے گا، اور بجائے اس کے کہ انسان کا حکم مان کر اس کی ماتحتی میں چلے، اسے اپنی خواہشات کے مطابق چلائے گا۔

لیکن رمضان کا معاملہ اور ہے، رمضان میں یہ ”مَن یا نفس“ روزے کی طفیل ایک قسم کے پرہیز کا عادی ہو جاتا ہے اور اپنے تزکیہ و تربیت کے ضمن میں پوری سنجیدگی سے کوشش کرتا ہے اور حکم کی بجا آوری کی تربیت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے کھانے پر کھانے اور مسکین معدے کے بھرے رہنے کی وجہ سے جنم لینے والے امراض کی شکایت نہیں کرتا ہے، اور عقل و شریعت کی جانب سے صادر ہونے والے احکام پر کان دھرنے کی قابلیت حاصل کر لیتا ہے، اور حلال

چیزوں کو بھی چھوڑ رکھنے کا عادی بن جانے کی وجہ سے حرام چیزوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے اور اس بات کی آخری حد تک کوشش کرتا ہے کہ اس کی اس روحانی زندگی میں کوئی چیز خلل انداز ہو کر اسے مکدر نہ کرے۔

پھر یہ ہے کہ نوع انسانی کی اکثریت عمومی طور پر بھوک میں مبتلا رہتی ہے، اس لئے نوع انسانی کو اس نفس کی ٹریننگ کی سخت ضرورت ہے، اور یہ چیز صرف بھوک سے ممکن ہے، بھوک جو انسان کو صبر و تحمل کا عادی بناتی ہے۔ اور رمضان کا روزہ نفس کو اس چیز کا عادی بنانے اور اسے بھوک پر صبر سکھانے کا نام ہے۔ وہ بھوک جو چودہ پندرہ گھنٹے تک اور اگر سحری نہ کھائی جاسکے تو چوبیس گھنٹے تک رہتی ہے۔ تو گویا کہ روزہ انسان کی بے صبری، گھبراہٹ، ندیدے پن اور عام برداشت کے علاج کا نام ہے۔ بے صبری اور عدم برداشت انسان کی مصیبت کو دو گنا کر دیتے ہیں۔

خود معدے کی مثال ایک کارخانے کی سی ہے جس میں بہت زیادہ کاریگر اور مزدور وغیرہ کام کرتے ہیں۔ اور انسان کے اندر کچھ ایسے آلات ہیں جن کا معدے کے ساتھ گہرا تعلق ہے، اس لئے نفس اگر ایک خاص مہینے میں دن کے وقت، محدود وقت کے لئے اپنی مصروفیات نہ چھوڑ سکے تو یہ ان کاریگروں اور مزدوروں کو ان کی وہ ڈیوٹی بھلا دے گا جو ان کے ساتھ خاص ہے اور سب کو اپنی وجہ سے غفلت کا شکار کر دے گا۔ انہیں اپنے زیر تسلط کر لے گا اور ان پر اپنا حکم چلائے گا، یوں وہ ان آلات و حواس پر ان کے تمام کام گڑ بڑ اور بے ترتیب کر دے گا اور اس معنوی کارخانے کے دھروں اور پہیوں کی گڑ گڑاہٹ اور کثیف دھوئیں سے ان کی زندگی مکدر اور بے مزہ بنا دے گا۔ اور اس طرح سے نفس ان سب کی نظریں اپنی طرف پھیر لے گا اور انہیں ان سب کی قیمتی ذمہ داریاں وقتی طور پر بھلوا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء کرام کی ساری توجہ اس نفس یا ”مَن“ کو سدھارنے پر مرکوز رہی ہے، اس کے لیے وہ بہت کم مقدار میں کھاتے پیتے تھے تاکہ کمال کے درجات بخوبی طے کر سکیں۔

لیکن ماہ رمضان کی آمد سے یہ سب کاریگر اور مزدور لوگ اس بات کا ادراک کر لیتے ہیں کہ وہ صرف اسی کارخانے کے لیے پیدا نہیں کئے گئے ہیں بلکہ دوسرے آلات و حواس بھی ان بلند روحانی لذات سے شاد کام ہوتے ہیں اور اپنی نظروں کا مرکز و محور اس کارخانے کے لہو و لعب کی

بجائے ان لذات کو بناتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ اہل ایمان رمضان المبارک میں مختلف فیوض و برکات اور روحانی مسرتوں سے حصہ بقدر جستہ کے حساب سے ہم کنار ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ اس راہ میں ترقیاں بے شمار اور فیوض و برکات بے حساب ہیں جن سے عقل، قلب، روح، سر، حنفی اور اخفی جیسے انسانی لطائف اس مبارک مہینے میں فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ معدہ کے رونے چلانے کے علی الرغم یہ لطائف آزادانہ تبسم ریز رہتے ہیں۔

نواں نکتہ: نفس کی فرعونیت کا توڑ

اس پہلو سے کہ رمضان کا روزہ نفسِ انسانی کی وہمی ربوبیت کا بت براہِ راست پاش پاش کر دیتا ہے، اور اسے اس کی عبودیت کی صفت سے آشنا کراتا ہے اور اسے عاجزی اور مسکینی کے اظہار کا خوگر بناتا ہے؛ اس پہلو سے روزہ بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہے، مثال کے طور پر یہ کہ: نفس اپنے پروردگار کی پہچان نہیں کرنا چاہتا ہے، بلکہ اپنی طاغوتی فرعونیت کے زعم میں ربوبیت کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے، چاہے اسے کتنا بھی دبا یا جائے، کتنی بھی سزا دی جائے، اس کی وہمی ربوبیت والی رگ اس میں باقی رہتی ہے، یہ رگ صرف اور صرف بھوک کے اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔

اس طرح سے رمضان المبارک کا روزہ نفس کی اس سرکش فرعونیت والے پہلو پر کاری ضرب لگا کر اس کی شان و شوکت کا بت توڑ دیتا ہے اور اسے اس میں پائی جانے والی عاجزی، کمزوری اور فقر کا آئینہ دکھاتا ہے اور اسے اس کی بندگی سے آشنا کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ”نفس“ سے کہا: ”میں کون ہوں اور تو کون ہے؟“۔ نفس نے جواب دیا: ”میں میں ہوں اور تو تو ہے“۔ تو اللہ نے اس کو عذاب دیا اور اسے جہنم میں پھینک دیا۔ پھر ایک دفعہ پھر پوچھا تو اس نے جواب دیا: ”میں میں ہوں اور تو تو ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کئی مرتبہ عذاب دیا لیکن وہ اپنی ”انانیت“ سے دستبردار نہیں ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک کا عذاب دیا، یعنی اسے بھوکا پیاسا رکھا، اور پھر ایک دفعہ پھر پوچھا کہ ”میں کون ہوں اور تو کون ہے؟“ تو اس نے جواب دیا: ”تو میرا مہربان پروردگار ہے اور میں تیرا عاجز بندہ ہوں“۔

اللهم صل وسلم على سيدنا محمد صلاة تكون لك رضاء ولحقه أداء
بعد ثواب حروف القرآن في شهر رمضان وعلى آله وصحبه وسلم. "سبحان
ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب
العالمين".